جلد ۱۴ فتح ۱۳۵۲ ھش شمارہ ۱۲

دسمبر ۱۹۷۳ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ فتح ۱۳۵۲ہش

دسمبر ۱۹۷۳ء

ایڈیٹر
مسعود احمد دہلوی

قیمت سالانہ آٹھ روپے

فی پرچہ پچھتر پیسے

فہرست مضامین

• ناشر . . . . چوہدری محمد ابراہیم

• مطبع . . . . ضیاء الاسلام پریس ربوہ

• مقامِ اشاعت . . . . . دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۱۶		ماہنامہ انصار اللہ ربوہ		شمارہ ۱۲

فتح ۱۳۵۲ ہش

ہر بار پہلے سے بڑھ کر شان کے ساتھ رونما ہونے والا

ایک عالمگیر دائمی نشانِ صداقت

امسال ہمارا جلسہ سالانہ انشاء اللہ ایک نئی اور خاص شان کا حامل ہو گا

اللہ تعالیٰ جب بھی اپنا کوئی مامور دنیا میں مبعوث کرتا ہے تو اس کی صداقت آشکار کرنے کے لئے وہ اپنی عظمت و قدرت اور تائید و نصرت کے نہایت مہتم بالشان نشان بڑی کثرت اور تواتر کے ساتھ ظاہر فرماتا ہے۔ یہ نشان جہاں بہت سے لوگوں کی حق کی طرف راہ نمائی کرنے اور انہیں قبول حق کی سعادت سے بہرہ ور کرنے کا موجب بنتے ہیں وہاں مومنوں کے لئے ازدیادِ ایمان و ایقان کا باعث ہو کر انہیں سابق بالخیرات بنانے کا نہایت مؤثر ذریعہ ثابت ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ ان میں سے بعض نشان وقتی ہوتے ہیں اور بعض مستقل اور دائمی نوعیت کے حامل۔ دائمی نشانوں کے لئے چونکہ وقفہ وقفہ سے بار بار ظاہر ہونا مقدر ہوتا ہے اس لئے وہ بار بار ظاہر ہوتے نہیں ہوتے بلکہ ہر بار پہلے سے بڑھ کر شان کے ساتھ ظاہر ہوتے اور ہوتے ہی چلے جاتے ہیں۔ ایسے دائمی اور مستقل نشان اپنی عظمت و اہمیت اور بے انداز افادیت کی وجہ سے غیر معمولی اور خصوصی رنگ میں شعائر اللہ کا درجہ اختیار

کر لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ ان کے ساتھ اپنی غیر معمولی برکتیں اور رحمتیں وابستہ کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزندِ جلیل امام آخر الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو دنیا پر آشکار کرنے کے لئے ہزاروں کی تعداد میں جو عظیم بالشان نشان ظاہر فرمائے۔ ان میں سے ایک غایت درجہ مہتم بالشان نشان ہمارا نہایت مقدس و بابرکت للّٰہی جلسۂ سالانہ ہے جو دائمی نوعیت ہی کا نہیں بلکہ عالمگیر نوعیت کا بھی حامل ہے۔ یہ نشان گزشتہ بہتّر سال سے سال بہ سال ظاہر ہوتا چلا آرہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کے عین مطابق ہوتا بھی ہے بحمد اللہ تعالیٰ ہر سال پہلے سے بڑھ کر شان کے ساتھ۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا پر ہر سال آشکار کر دکھاتا ہے کہ ہمارا وہ بندۂ اخص جو ایک زمانہ میں بالکل اکیلا اور تنہا تھا اور جسے ہم نے اکیلے اور گمنام ہونے کی حالت میں الہاماً یہ دعا سکھائی تھی کہ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ (یعنی اے میرے رب تو مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تو خیر الوارثین ہے) اور پھر ساتھ ہی جسے ہم نے یہ بشارت بھی دی تھی کہ تو اکیلا نہیں رہے گا بلکہ تیری طرف اس کثرت سے رجوعِ خلق ہوگا کہ محبت اور عقیدت کی راہ سے لوگ دور دور سے تیرے پاس آئیں گے اور جن راستوں سے چل کر آئیں گے وہ عمیق ہو جائیں گے، وہ حسب وعدۂ الٰہی اکیلا نہیں رہا۔ اس کی طرف رجوعِ خلق ہوا اور اس شان سے ہوتا چلا گیا کہ آج کے دم تک جبکہ وہ اپنا مشن پورا کر کے اپنے آسمانی آقا کے حضور حاضر ہو چکا ہے رجوعِ خلق کا یہ نظارہ وسیع سے وسیع تر اور حسین سے حسین تر ہوتا چلا آرہا ہے۔

جہاں تک ہمارے مقدس و بابرکت للّٰہی جلسۂ سالانہ کے ایک دائمی نشانِ صداقت ہونے کا تعلق ہے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدائی اذن کے ماتحت آج سے ۷۲ سال قبل اس کے اجرا کا اعلان کرتے ہوئے اپنے متبعین سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ سال بہ سال پختہ عزم کے ساتھ اس جلسہ میں شرکت کی غرض سے مرکزِ سلسلہ میں حاضر ہو جایا کریں گے اور زندگی بھر اس عہد کو نبھاتے چلے جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے رقم فرمایا:۔

"قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرطِ صحت و فرصت و عدم موانع قویّہ تاریخِ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک قرار پائے۔ یعنی آج کے دن کے بعد جو ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کو سننے کے لئے اور دعا میں

شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے۔" (آسمانی فیصلہ ۱۸۹۱ء)

اسی ضمن میں مزید فرمایا۔

"حتی الوسع والطاقت تاریخ مقررہ پر حاضر ہونے کے لئے اپنی آیندہ زندگی کے لئے عہد کر لیں اور بدل وجان پختہ عزم سے حاضر ہو جایا کریں۔"

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

حضور علیہ السلام کے ان ارشادات سے یہ امر صاف عیاں ہے کہ ہمارا مقدس و بابرکت جلسہ سالانہ جس کا آغاز ۱۸۹۱ء میں ہوا تھا رجوع خلق کی خدائی بشارت کے مہتم بالشان مظہر کی حیثیت سے ہرگز بھی کوئی وقتی نشان نہ تھا بلکہ یہ ایک دائمی نشان ہے جو سال بہ سال پہلے سے بڑھ کر شان کے ساتھ تا قیامت ظاہر ہوتا چلا جائے گا۔ جبھی تو آپ نے اس میں تمام مخلصین کی بشرط صحت وعدم موانع قویہ شمولیت ضروری قرار دی اور پھر اپنے متبعین سے یہ عہد لیا کہ وہ زندگی بھر بدل وجان پختہ عزم سے اس میں شمولیت کے لئے سال بہ سال آحاضر ہوا کریں گے۔ اس عہد کے صرف وہ مخلصین ہی پابند نہیں تھے جنہیں آپ نے اُس وقت مخاطب کر کے ان سے یہ عہد لیا بلکہ آپ کے متبعین اور ان کی قیامت تک پیدا ہونے والی تمام آیندہ نسلیں اس کی پابند ہیں اور وہ یقیناً اس عہد کو نبھاتی چلی جائیں گی اور خدا تعالیٰ جلسۂ سالانہ کی شکل میں اپنی دائمی بشارت کی رُو سے رجوع خلق کا نظارہ ہر بار پہلے سے بڑھ کر شان کے ساتھ اسی طرح دنیا کو دکھاتا چلا جائے گا۔ جیسا کہ وہ گزشتہ بیاسی سال سے دکھاتا چلا آرہا ہے۔

پھر ہمارا مقدس و بابرکت للّٰہی جلسۂ سالانہ ایک دائمی نشانِ صداقت کی حیثیت ہی نہیں رکھتا بلکہ اپنی ذات میں یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت، خدائی تائید و نصرت اور فضل و رحمت کا ایک عالمگیر نشانِ صداقت بھی ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی توحید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تاقیامت جاری رہنے والی رسالت اور آپؐ کے فرزند جلیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا عالمی سطح پر اظہار ہوتا چلا جائے۔ اس لحاظ سے ہمارا جلسہ سالانہ محض مقامی یا قومی ہی نہیں بلکہ بین البراعظمی اور بین الاقوامی اجتماع کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے اجرا کے بعد اوائل ہی میں اس کی اس حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے ایک اشتہار میں رقم فرمایا:-

"اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس

کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خداتعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں"

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

ہرچند کہ جلسہ سالانہ کا آغاز ملکی سطح پر ہی ہوا تھا لیکن خدائی بشارت کے ماتحت رفتہ رفتہ یہ ایک بین الاقوامی اجتماع کی صورت اختیار کرتا چلا گیا اور علی الخصوص خلافت ثانیہ کے مقدس و بابرکت عہد میں افریقہ انڈونیشیا اور یورپی ممالک کے مخلصین نے بھی حسب توفیق واستطاعت اس میں شرکت کی سعادت سے بہرہ یاب ہونے کی غرض سے خاص ان ایام میں مرکز سلسلہ میں آنا شروع کردیا اور اب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی تحریک پر جو پچھلے دنوں حضور نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں کی ہے اس سال سے تو بیرونی ملکوں کی جماعتوں کے نمائندہ وفود کی اس میں شرکت کا نہایت مبارک ومقدس آغاز ہورہا ہے۔ اس لحاظ سے اس سال کا جلسہ سالانہ جو حسب معمول ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز بدھ - جمعرات - جمعہ ربوہ کی مقدس سرزمین میں منعقد ہورہا ہے انشاء اللہ العزیز ایک غیر معمولی تاریخی اہمیت کا حامل جلسہ ہوگا۔ کیونکہ وہ قومیں جنہیں خدا نے اس کے لئے تیار کیا ہے پہلی بار باقاعدہ اپنے نمائندہ وفود کی شکل میں اس میں آشامل ہونگی اور اس طرح دنیا پر آشکار کردکھائیں گی کہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔

الغرض عالمگیر دائمی نشانِ صداقت کے نہ صرف پہلے سے بڑھ کر شان بلکہ ایک رنگ میں نئی اور نرالی شان کے ساتھ ظہور کا وقت قریب آرہا ہے۔ مبارک ہیں وہ جو اس کا مشاہدہ کرنے پاکستان کے کونہ کونہ اور اطراف وجوانب عالم سے کھنچے چلے آئیں گے۔ کیونکہ ان میں سے ہرایک خود اپنی جگہ ایک نشانِ صداقت کی شان کا حامل ہوگا۔ یہ شان اور مرتبہ خدا کی دین ہے جسے وہ چاہے گا اسے ہی یہ ملے گا اور اس پر وہی مثل صادق آئے گی۔ ع

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ذوق و شوق اور ولولۂ عشق کی نرالی دُنیا

الحمدللہ ثم الحمدللہ امسال انصار اللہ کا اٹھارواں مرکزی سالانہ اجتماع دعاؤں اور ذکر الٰہی کے روح پرور ماحول میں انابت الی اللہ کی مخصوص روایات کے ساتھ ۹-۱۰-۱۱ نبوت ۱۳۵۲ہش مطابق ۹-۱۰-۱۱ نومبر ۱۹۷۳ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار ربوہ کی مقدس سرزمین میں منعقد ہوا اور شرکت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے والے ہزاروں انصار کے ایمانوں کو ایک نئی پختگی، قلوب و اذہان کو ایک نئی جلا اور روحوں کو ایک نئی بالیدگی سے ہمکنار ہونے کا موجب بنا۔ اس کے طفیل ان کا ذوق و شوق اور ولولۂ عشق فزوں سے فزوں تر اور خدمتِ اسلام کے حوصلے اور عزائم بلند سے بلند تر ہوئے بغیر نہ رہتے۔

یہ اجتماع ہر چند کہ ایسے ایام میں منعقد ہوا جبکہ رمضان المبارک اور عید الفطر کی مصروفیات سے تھوڑا عرصہ پہلے ہی فراغت ہوئی تھی، پھر گندم کی بوائی کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ مزید برآں جلسہ سالانہ کے قرب کی وجہ سے بھی دور دراز کے علاقوں سے احباب کے لئے مرکز سلسلہ میں آنا خاصا دقت طلب تھا۔ کیونکہ تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد پھر انہیں جلسہ سالانہ میں شمولیت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے بہرحال آنا ہی تھا۔ ان سب امور کے پیشِ نظر حالات سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ شائد اس دفعہ احباب باوجود خواہش اور تڑپ کے خاطر خواہ تعداد میں نہ آسکیں لیکن ذوق و شوق اور ولولۂ عشق کی دنیا ہی نرالی اور انوکھی ہے۔ اس میں ظاہری مشکلات اور روکاوٹوں کو سرے سے کوئی اہمیت حاصل نہیں ہوتی۔ یہ خرد کے پرستاروں کی نہیں بلکہ عشقِ حقیقی میں سرشار رہنے والے وارفتگی و جنون کے متوالوں کی دنیا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے رہنے والے ذوق و شوق اور ولولۂ عشق کے زیر اثر دیوانے کہلانے کے باوجود دنیا کے فرزانوں پر سبقت لے جاتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ماتحت وہ بظاہر ناممکن کو ممکن میں بدل کر رکھ دیتے ہیں۔

ایک طرف یہ حالات تھے اور دوسری طرف اجتماع کے انعقاد سے چند روز قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انصار اللہ کے نام اپنے ایک پیغام میں اس توقع کا اظہار فرمایا کہ خدام کی طرح انصار بھی اپنے اجتماع میں بڑی کثرت سے شرکت کے لئے آئیں گے اور اس طرح ثابت کر دکھائیں گے کہ وہ بحمد اللہ تعالیٰ سابق بالخیرات ہیں اور یہ کہ مومن ہونے کی حیثیت میں ان کا قدم ہمیشہ آگے ہی بڑھتا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ انصار اللہ اپنے آقا کی اس توقع پر پورے نہ اترتے۔ متعدد مشکلات اور حالات کی ناسازگاری کے باوجود وہ ذوق و شوق اور ولولۂ عشق کے تحت لبیک یا امیر المومنین لبیک کے نعرے لگاتے ہوئے آئے اور عجب وارفتگی کے عالم میں دیوانہ وار کھچے چلے آئے۔ یہ ان کے خداداد ذوق و شوق

اور ولولۂ عشق نیز خدمت و فدائیت کے جذبۂ بے اختیار کا ہی کرشمہ تھا کہ پاکستان کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی ۵۲۵ مجالس انصار اللہ کے مجموعی طور پر ۱۰۴۴ نمائندگان اراکین اور زائرین نے اجتماع میں شرکت کی سعادت حاصل کی جبکہ گزشتہ سال اتنی ہی مجالس کے ۱۲۴۳ نمائندگان اراکین و زائرین نے شرکت کی تھی۔ اس طرح بحمد اللہ تعالیٰ رکاوٹوں اور مشکلات کے باوجود انصار نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے سابق بالخیرات ہیں اور مومن ہونے کی حیثیت میں ان کا قدم ہمیشہ آگے ہی بڑھتا ہے۔ اس کے پیچھے ہٹنے یا کسی مقام پر ٹھہر جانے اور ٹھہرے رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حسب سابق یہ اجتماع بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس میں شرکت کرنے والے احباب کے لئے غیر معمولی طور پر ازدیادِ ایمان و ایقان اور ازدیادِ علم و عرفان کا موجب بنا۔ انہیں اجتماع کے آٹھ اجلاسوں میں صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے دو نہایت ہی اہم ٹھوس اور پُر مغز خطابات نیز اہم علمی دینی اور تربیتی موضوعات پر علمائے سلسلہ اور بیرونجات سے تشریف لانے والے بعض ذی علم اصحاب کی ایمان افروز تقاریر کے علاوہ اپنے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دو نہایت ہی روح پرور اور بصیرت افروز خطابات سے مستفیض ہونے اور اس طرح علوم و معارف سے اپنی جھولیاں بھرنے کا انمول موقعہ میسر آیا۔ پھر اجتماع کے ایام میں انصار کو پنجگانہ باجماعت نمازوں اور ہر آن جاری رہنے والے ذکرِ الٰہی کے علاوہ باقاعدگی سے باجماعت نمازِ تہجد ادا کرنے کی بھی توفیق ملی۔ نیز ان ایام کو انہوں نے دنیا میں اسلام کی سربلندی اور اس کے غلبہ کے لئے خصوصی دعائیں کرنے میں گزارا۔ اس طرح انصار اسلام اور قرآن عظیم کی خدمت کے نئے عزم و جوش سے معمور ہو کر اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹے۔

حصولِ کمالات کیلئے نمونہ کی ضرورت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"ہر ایک قسم کے کمال کے حصول کے لئے نمونہ کی ضرورت ہے۔ انسانی طبائع اس قسم کی واقع ہوئی ہیں کہ وہ صرف قول سے متاثر نہیں ہوتیں جب تک اس کے ساتھ فعل نہ ہو"۔

(ملفوظات جلد ہفتم ص۱۱)

کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"لوگ دُور دُور سے اِس کثرت سے آئیں گے کہ راستے عمیق ہو جائیں گے"

"یہ نشان جو میں نے ابھی پیش کیا ہے ایسا زبردست ہے کہ کوئی اسے روک نہیں سکتا"

چند ہی روز میں ہمارا بابرکت دمقدس للّٰہی جلسہ سالانہ شروع ہونے والا ہے۔ اس کی عظمت کے پیشِ نظر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احبابِ جماعت کے لئے اس میں شمولیت کو لازمی قرار دیا ہے اور یہاں تک فرمایا ہے کہ تکلیف اٹھا کر بھی آنا پڑے تو آنا چاہیئے اور اخراجات کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص بھی اس للّٰہی جلسہ میں شمولیت کی خاطر سفر اختیار کرتا ہے وہ ایک عظیم الشان خدائی بشارت کے پورا ہونے میں حصہ دار بنتا ہے۔ وہ بشارت یہی ہے کہ لوگ دُور دُور سے اس کثرت سے آئیں گے کہ ان کی آمد و رفت کے باعث راستے عمیق ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے جلسہ سالانہ ۱۹۰۵ء کے موقعہ پر اس خدائی بشارت اور اس کے سال بہ سال پورا ہونے کو زبردست نشان قرار دیا۔ حضور نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہ اس سلسلہ کو بڑھائے پس کون ہے جو اسے روک لے! کیا تم نہیں جانتے کہ بادشاہ سب کچھ کر سکتے ہیں، پھر وہ جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے کب تھک سکتا ہے۔ آج سے ۲۵ برس بلکہ اس سے بھی بہت پہلے خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ایسے وقت میں کہ ایک شخص بھی میرے پاس نہ تھا اور کبھی سال بھر میں بھی کوئی خط نہ آتا تھا اس گمنامی کی حالت میں میں نے جو دعوے کئے ہیں وہ براہین احمدیہ میں چھپے ہوئے موجود ہیں اور یہ کتاب مخالفوں مانفقوں کے پاس موجود ہے بلکہ ہندوؤں عیسائیوں تک کے پاس بھی ہے۔ مکہ مدینہ اور قسطنطنیہ تک بھی پہنچی۔ اسے کھول کر دیکھو اس وقت خدا تعالیٰ نے فرمایا:۔

یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَیَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

یعنی تیرے پاس دُور دراز جگہوں سے لوگ آئیں گے اور جن راستوں سے آئیں گے وہ راہ عمیق ہوجائیں گے ۔ پھر فرمایا یہ لوگ جو کثرت سے آئیں گے تو ان سے تھکنا نہیں اور ان سے کسی قسم کی بداخلاقی نہ کرنا ۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب لوگوں کی کثرت ہوتی ہے تو انسان انکی ملاقات سے گھبراجاتا ہے اور کبھی بے توجہی کرتا ہے جو ایک قسم کی بداخلاقی ہے پس اس سے منع کیا اور کہا کہ اس سے تھکنا نہیں اور مہمان نوازی کے لوازم بجالانا ایسی حالت میں یہ خبر دی گئی تھی کہ کوئی بھی نہ آتا تھا اور اب تم سب دیکھ لو کہ کس قدر موجود ہو۔ یہ کتنا بڑا نشان ہے اس سے اللہ تعالےٰ کا عالم الغیب ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ ایسی خبر بغیر عالم الغیب خدا کے اور کون دے سکتا ہے نہ کوئی منجم نہ کوئی فراست والا کہہ سکتا ہے ۔

ان حالات میں جب ایک سعید مومن غور کرتا ہے تو اسے لذت آتی ہے ۔ وہ یقین کرتا ہے کہ ایک خدا ہے جو اعجازی خبریں دیتا ہے ۔ غرض اس خبر میں اس نے کثرت کے ساتھ مہمانوں کی آمدورفت کی خبر دی تھی پھر چونکہ ان کے کھانے پینے کے لئے کافی سامان چاہیئے تھا اور ان کے فروکش ہونے کے لئے مکانوں کا انتظام ہونا چاہیئے تھا ۔ پس اس کے لئے بھی ساتھ ہی خبر دی ۔ یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْق

اب غور کرو کہ جس کام کو اللہ تعالیٰ نے خود کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور ارادہ کر لیا ہے کون ہے جو اس کی راہ میں روک ہو ۔ وہ خود ساری ضرورتوں کا تکفل اور تہیہ کرتا ہے ۔ یہ بات انسانی طاقت سے باہر ہے کہ اس قدر عرصہ پہلے ایک شافعہ کی خبر دے کہ جس میں ایک بچہ پیدا ہو کر صاحب اولاد ہو سکتا ہے ۔ یہ خدا تعالےٰ کا عظیم الشان معجزہ ہے یہی وجہ ہے جو خدا تعالےٰ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ صادق کی نشانی پیشگوئی ہے ۔ یہ بہت بڑا نشان ہے جس پر غور کرنا چاہیئے ۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان تدبر اور غور سے بڑھتا ہے ۔ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے نشانوں پر غور نہیں کرتے ۔ ان کا قدم پھسلنے والی جگہ پر ہوتا ہے ۔ یہ بالکل سچی بات ہے بلکہ انسان اپنے ایمان میں اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک خدا تعالیٰ کے اقوال افعال اور قدرتوں کو نہ دیکھے

پس یہ سلسلہ اسی غرض کے لئے قائم ہوا ہے تا اللہ تعالیٰ پر ایمان بڑھے۔ یہ نشان جو ابھی میں نے پیش کیا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ایسا زبردست ہے کہ کوئی اُسے روک نہیں سکتا۔ برخلاف اس کے کسی دوسرے مذہب والے کو یہ حوصلہ اور ہمت کہاں ہے کہ وہ ایسے تازہ بتازہ نشانات پیش کرے۔ جماعت کے لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر نشانات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا کاروبار ہے۔ کسی اور کو اس میں دخل نہیں۔

یقیناً سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ان پیشگوئیوں کے ساتھ دکھاتا ہے کہ ایمانی قوت بڑھ جاوے اور یہ قوت بغیر ایسے نشانوں کے بڑھ نہیں سکتی۔ کیونکہ ان میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ انسان ایسا جاندار ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے تربیت ایمانی کے لئے فیوض و برکات نہ ہوں وہ خود بخود پاک اوصاف نہیں ہو سکتا اور حقیقت میں پاک صاف ہونا اور تقوے پر قدم مارنا آسان امر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل اور تائید سے یہ نعمت ملتی ہے اور سچا تقوے جس سے خدا تعالیٰ راضی ہو اس کے حاصل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ اور پھر یہ بھی کہا۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ یعنی اللہ تعالیٰ انکی حمایت اور نصرت میں ہوتا ہے جو تقوے اختیار کریں۔ تقوے کہتے ہیں بدی سے پرہیز کرنے کو اور محسنون وہ ہوتے ہیں جو اتنا ہی نہیں کہ بدی سے پرہیز کریں بلکہ نیکی بھی کریں اور پھر یہ بھی فرمایا لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى یعنی ان نیکیوں کو بھی سنوار سنوار کر کرتے ہیں۔ مجھے یہ وحی بار بار ہوئی۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ۔

اور اتنی مرتبہ (یہ وحی) ہوئی ہے کہ میں گن نہیں سکتا۔ خدا جانے دو ہزار مرتبہ ہوئی ہو۔ اس سے غرض یہی ہے کہ تا جماعت کو معلوم ہو جاوے کہ صرف اس بات پر ہی فریفتہ نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم اس جماعت میں شامل ہو گئے ہیں۔ یا صرف خشک خیالی ایمان سے راضی ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی معیت اور نصرت اسی وقت ملے گی جب سچا تقویٰ اور پھر نیکی ساتھ ہو۔" (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۲ ۲۴ جون ۱۹..ء)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

كُونُوا لِوَجْهِ اللّٰهِ مِنْ أَعْوَانِي

(خالصۃً للہ میرے انصار میں سے بن جاؤ)

اَلْوَقْتُ يَدْعُو مُصْلِحًا وَّمُجَدِّدًا فَانْظُرُوا بِنَظَرٍ طَاهِرٍ وَّجَنَانِ

وقت ایک مصلح اور مجدد کو بلا رہا ہے۔ سو تم ایک نظر طاہر اور پاک دل کے ساتھ دیکھو۔

أَتَظُنُّ أَنَّ اللّٰهَ يُخْلِفُ وَعْدَهُ أَفَأَنْتَ تُنْكِرُ مَوْعِدَ الْفُرْقَانِ

کیا تو گمان کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو پورا نہیں کرے گا۔ کیا تو فرقان کے وعدے سے انکار کرتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتْرُكُوا طُرُقَ الْإِبَا كُونُوا لِوَجْهِ اللّٰهِ مِنْ أَعْوَانِي

اے لوگو! سرکشی کی راہوں کو چھوڑ دو اور خالصاً میرے انصار میں سے بن جاؤ۔

يَا أَيُّهَا الْعَادُونَ فِي جَهَلَاتِهِمْ تُوبُوا مِنَ الْإِفْسَادِ وَالطُّغْيَانِ

اے وہ لوگو! جو باطل میں حد سے گذر گئے ہو فساد اور بے اعتدالی سے توبہ کرو۔

لَا تُغْضِبُوا الْمَوْلٰى وَتُوبُوا وَاتَّقُوا وَكَخَائِفٍ خِرُّوا عَلَى الْأَذْقَانِ

اپنے مولا کو غصہ مت دلاؤ اور توبہ کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور ڈرنے والوں کی طرح اپنی ٹھوڑیوں پر گرو۔

أَلْقَمَرُ يَهْدِي يُكُمْ إِلٰى نُورِ الْهُدٰى وَالشَّمْسُ تَدْعُوكُمْ إِلَى الْإِيمَانِ

چاند تمہیں ہدایت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور سورج تمہیں ایمان کی طرف بلا رہا ہے۔

ظَهَرَتْ لَكُمْ آيَاتُ خَلَّاقِ الْوَرٰى فِي مُلْكِكُمْ لِمُؤَيَّدٍ سُبْحَانِي

تمہارے فائدہ کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے نشان ظاہر ہو گئے۔ وہ تمہارے ہی ملک میں مؤید سبحانی کے لئے ظاہر ہوئے

(نور القرآن الحصۃ الثانیۃ)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جانبِ اہلِ سعادت پے بزن

(سعید لوگوں کی طرف قدم اٹھا)

دینِ حق شہرِ خدائے امجد است　　داخلِ او در امانِ ایزد است

دینِ حق تو خدائے بزرگ و برتر کا شہر ہے جو اس میں داخل ہو گیا وہ خدا کی امان میں آ گیا۔

در دمے نیک و خوش اسلوبے کند　　ہمچو خود زیبا و محبوبے کند

وہ تو ایک دم میں نیک اور خوش خصال بنا دیتا ہے اور اپنی طرح حسین اور محبوب بنا دیتا ہے۔

جانبِ اہلِ سعادت پے بزن　　تا شوی روزے سعید اے جانِ من

سعید لوگوں کی طرف قدم اٹھا تا اے جانِ من! ایک دن تُو بھی سعید بن جائے۔

اے بصد انکار و کیں از کودنی　　رو درِ حق زن چرا سر مے زنی

اے وہ شخص جو بیوقوفی کی وجہ سے سخت انکاری اور دشمن ہے کیوں جھک مارتا ہے جا اور خدا کا دروازہ کھٹکھٹا۔

نالہ ہا کُن کائے خداوندِ یگاں　　بگسلاں از پائے من بندِ گراں

فریاد کر کہ اے خدائے لاشریک میرے پیروں کی بھاری زنجیریں کھول دے۔

تا مگر زاں نالہ ہائے دردناک　　دستِ غیبے گیردت ناگہ ز خاک

شاید اس دردناک آہ و زاری سے ایک غیبی ہاتھ تجھے زمین پر سے اٹھا لے۔

بے عنایاتِ خدا کار است خام　　پختہ داند ایں سخن را۔ والسّلام

خدا کی مہربانی کے سوا کام ناقص رہتا ہے۔ عقلمند ہی اس بات کو خوب سمجھتا ہے۔ والسّلام

رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا ایک دروازہ

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۹ ستمبر ۱۹۶۷ء کو خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

"رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا ایک دروازہ جو اس نے ہم پر کھولا ہے وہ جلسہ سالانہ ہے ہمارا جلسہ سالانہ پر اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بے شمار برکتیں نازل ہوتی ہیں خدا تعالیٰ کی اور بہت سارے گناہ اور غفلتیں اور کوتاہیاں اور کمزوریاں اور نقائص مغفرت کی چادر میں ڈھانپ دیئے جاتے ہیں۔ احمدیوں کا کثرت سے جلسہ پر آنا بھی ایک معجزہ ہے۔ خدا کے مسیح کا اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند کا اور بڑی قربانی ہے جماعت کی جو اس موقعہ پر بھی وہ پیش کرتی ہے۔ یہ تو درست ہے کہ ہماری جماعت میں بعض امیر بھی ہیں جن پر جلسہ میں شمولیت کی وجہ سے کوئی مالی بار نہیں پڑتا نہ کوئی تنگی محسوس کرتے ہیں جس طرح وہ گھروں میں خرچ کر رہے ہوتے ہیں۔ اس موقع پر بھی خرچ کرتے ہیں۔ ان کو یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم پر کوئی بار پڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنی برکتوں اور رحمتوں سے نوازتا ہے لیکن اکثریت ایسے لوگوں کی ہے کہ جو سال بھر جلسہ میں شمولیت کی تیاری کرتے رہتے ہیں، پیسہ پیسہ جوڑتے ہیں بعض کھانے کے خرچ میں سے ایک حصہ بچاتے ہیں۔ کپڑے نہیں بناتے، بچوں کو ننگے پاؤں پھرنے دیتے ہیں تاکہ ان کے پاس اتنے پیسے جمع ہو جائیں کہ وہ جلسہ سالانہ میں شریک ہو سکیں۔ اگر آپ اس تفصیل میں جائیں اور آنے والوں کا تفصیلی جائزہ لیں تو حیران ہو جائیں۔ آپ ان کے ایثار اور قربانی کو دیکھ کر کسی اور کے سامنے یہ باتیں رکھیں تو وہ مانے گا نہیں۔ وہ کہے گا یونہی گپیں مار رہے ہو تم۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ پچاس ساٹھ ہزار آدمی جلسہ میں شامل ہونے کی غرض سے اس قسم کی تکالیف سارا سال برداشت کرتا رہا ہو۔

پس جماعت جلسہ میں شمولیت کے لئے بڑی قربانیاں دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی فضل کرنے والا اور بڑی رحمت کرنے والا ہے جماعت پر ان دنوں میں بھی اور بعد میں بھی ان قربانیوں کو دیکھ کے لیکن خصوصاً ان دنوں میں بڑی برکت نازل کرتا ہے۔ ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے، مغفرت کی چادر میں ان کو چھپا لیتا ہے، اپنے نور کی چادر میں

انہیں لپیٹ لیتا ہے۔ جب وہ آتے ہیں تب بھی وہ مخلص احمدی ہوتے ہیں۔ لیکن جب وہ واپس ہوتے ہیں تو اپنے اخلاص میں پہلے سے بھی کہیں بڑھ کے ہوتے ہیں۔ جلسہ کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نظارے دیکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ ایک لاکھ آدمی اجتماعی دعا کر رہا ہو، اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہو، اگر خلوص نیت ہو، اگر کبر نہ ہو، اگر نخوت نہ ہو، اگر یہ خیال نہ ہو کہ ہمارا کوئی حق ہے۔ جو ہم نے اپنے رب سے لینا ہے۔ بلکہ نہایت عاجزی اور تواضع اور انکسار کے ساتھ دعائیں کی جائیں تو اتنا بڑا مجمع جب دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے زندہ نشان جلسہ کے ایام میں ہزاروں احمدی دیکھتے ہیں ......

اس (یعنی جلسہ میں شمولیت) کے لئے ابھی سے تیاری کرلیں۔ اگر پہلے تیاری نہیں کی کسی نے۔ رخصتیں لینی ہوتی ہیں۔ گھر کو سنبھالنے کے لئے انتظام کرنا ہوتا ہے، پانچ دس دن کے لئے گھر اکیلا چھوڑنا ہوتا ہے خصوصاً جب اس محلہ کی اکثریت احمدیوں کی ہو اور وہ جا رہے ہوں تو کئی دوست اپنے گھروں کو بظاہر "عورۃ" چھوڑ کر جلسہ میں شمولیت کے لئے آجاتے ہیں، اور اپنے گھروں کو ننگا چھوڑ آتے ہیں۔ منافقوں نے تو کہا تھا کہ ہمارے گھر "عورۃ" ہیں۔ ہم جہاد میں شامل نہیں ہو سکتے۔ احمدی کہتا ہے کہ منافق کو میرا گھر بھی "عورۃ" نظر آئے گا کیونکہ ان گھروں میں خدا تعالیٰ کی رحمت اور حفاظت کا نزول اسے نظر نہیں آرہا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کو نظر نہیں آرہے۔ تو تم منافق "عورۃ" اس کو سمجھو۔ میں اس کو تمہاری زبان میں "عورۃ" ہی چھوڑ جاتا ہوں۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے گھر کی حفاظت کرنے والا ہے اور اکثر اللہ تعالیٰ حفاظت بھی کرتا ہے اور بعض دفعہ امتحان بھی لیتا ہے۔ لیکن مومن کہتا ہے کہ اے خدا! میں اپنے گھر کو اکیلا چھوڑ آیا تیری رضا کے حصول کے لئے۔ اگر تیری رضا کا حصول جلسہ میں شمولیت کی عاجزانہ قربانی اور گھر کے لوٹے جانے کے نتیجہ میں حاصل ہوتا ہے تو میں اس پر بھی خوش ہوں۔ میرا گھر ہزار بار لوٹا جائے۔ تیری رضا ایک لحظہ کے لئے بھی مجھ سے جدا نہ ہو اور وہ مجھے ہمیشہ حاصل رہے۔ پس میں دوستوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جلسہ میں زیادہ سے زیادہ شامل ہوں"۔

دینی کاموں کے لئے دن رات ایک کر دو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یہ وقت بھی ایک قسم کے جہاد کا ہے۔ میں رات کے تین تین بجے تک جاگتا ہوں اس لئے ہر ایک کو چاہیئے کہ اس (جہاد) میں حصہ لے اور دینی ضرورتوں اور دینی کاموں میں دن رات ایک کر دے"۔ (ملفوظات جلد چہارم ص۱۹۶)

جشنِ رحمتِ ربِّ جلیل

(مکرم عبدالحمید صاحب شوقؔ لاہور)

کس درجہ خوشگوار ہیں جلسہ کے تین دن / بس ایک یادگار ہیں جلسہ کے تین دن
لائے ہیں ساتھ اپنے پیامِ حیاتِ نَو / شادی سے ہمکنار ہیں جلسہ کے تین دن
موسم بھی پُر بہار ہے رونق بھی خوب ہے / جشنِ سدا بہار ہیں جلسہ کے تین دن
یہ جشن، جشنِ رحمتِ ربِّ جلیل ہے / زینت کا شاہکار ہیں جلسہ کے تین دن
دیکھو تو یہ دعائے امام الزمانؑ سے / اک فضلِ کردگار ہیں جلسہ کے تین دن
جامہ میں آج پھولے سماتے نہیں ہیں لوگ / کتنے طرب شعار ہیں جلسہ کے تین دن
ربوہ میں آج دین کی دولت ہے بٹ رہی / کس درجہ مالدار ہیں جلسہ کے تین دن
دریا رواں ہیں رحمتِ باری کے چار سُو / اک بحرِ بے کنار ہیں جلسہ کے تین دن
علم و عمل کے نُور سے روشن ہے کائنات / دیں کے لئے بہار ہیں جلسہ کے تین دن
ہر شخص کے عمل سے اخوّت ہے آشکار / اسلام کا وقار ہیں جلسہ کے تین دن
چین آگیا ہے حضرتِ ناصرؓ کو دیکھ کر / بے چین کا قرار ہیں جلسہ کے تین دن

ذکرِ خدا کا ان دنوں لطف آگیا وہ شوقؔ
مطلوب بار بار ہیں جلسہ کے تین دن

اسلامی اخوت کے بارہ میں قرآن کریم کی پُر حکمت تعلیم

اخوّت کے قیام بقاء اور استحکام کے قرآنی ذرائع

(محترم جناب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

محترم جناب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے اٹھارویں سالانہ مرکزی اجتماع منعقدہ ۹-۱۰-۱۱ نبوت ۱۳۵۲ ہش (مطابق ۹-۱۰-۱۱ نومبر ۱۹۷۳ء) کے اختتامی اجلاس میں جو ٹھوس اور پُر مغز اور بصیرت افروز تقریر ارشاد فرمائی تھی وہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہے:-

گزشتہ سال احباب کے سامنے مساوات اسلامی کے متعلق اسلامی تعلیم کے بعض پہلو اختصاراً بیان کئے تھے۔ آج میں اخوت کے بارہ میں اسلامی تعلیم کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ ہر سچائی اور ہدایت کے لئے ہمیں قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی اخوت کے بارہ میں قرآن کریم میں کیا تعلیم بیان فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۔ (آل عمران ۱۰۳-۱۰۴)

ترجمہ۔ اے مسلمانو! تقویٰ اختیار کرو۔ وہ تمام احکامات بجا لاؤ جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ان سب امور سے اجتناب کرو جس سے اس نے تمہیں روکا ہے۔ کیونکہ یہی راہ نجات ہے۔ اس پر عمل کر کے ہی تم مسلمان رہ سکتے ہو اور موت کے وقت اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اس کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور پراگندہ مت ہونا ورنہ تم ان پراگندہ بھیڑوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ جو ہر آن بھیڑیے کا شکار ہو سکتی ہیں۔ تم اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو ہمیشہ یاد رکھو۔ اس نے تم پر بڑا احسان کیا ہے کہ

بغض و عناد کے جنگل سے نجات دیکر تمہیں بھائی بھائی کردیا اور بغض و عناد کی جگہ تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے اُلفت و مودّت پیدا کردی۔

مسلمانوں کی اس باہم محبّت و اخوّت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و احسان سے تعبیر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَھُمْ ۔ اِنَّہٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ (الانفال ۶۴)

ترجمہ:۔ اگر تو روئے زمین کے تمام خزانے بھی لٹا دیتا تو ان کے دلوں کو اس مضبوطی سے ایک دوسرے سے باندھ نہ سکتا اور ان میں بے لوث محبّت کا تعلق نہ پیدا کرسکتا۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کا فضل ہے کہ اس نے تم میں ایسی محبت پیدا کردی۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے تمام کام حکمت پر مبنی ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ سے تربیت پانے والے صحابہؓ اور وہ تمام مسلمان جو اسلامی تعلیم پر عمل کرنے والے نسلاً بعد نسلٍ امتِ محمدیہ میں پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔ جن کی تربیت اولیاء اور مجددین کے ذریعہ ہوتی جائے گی اور اس زمانہ میں مسیح موعود مصلح ربّانی کی جماعت جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم فرزند اور آپؐ کا عاشق صادق اور غلام ہے کی ایک صفت قرآن کریم میں یوں بیان فرمائی گئی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (الفتح ۳۰)

محمد رسول اللہؐ اور آپؐ کے ساتھی خواہ زمانہ کے لحاظ سے ساتھی اور صحابی ہوں یا اس تعلیم پر پورا عمل کرنے کی وجہ سے آپؐ کے ساتھیوں میں شامل ہوں ان کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ رحم اور شفقت سے پیش آتے ہیں۔

پھر سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے حقیقی مسلمانوں کی یہ صفت بیان فرمائی ہے:۔

اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ (المائدۃ ۵۵)

"جو مومنین سے شفقت اور عجز سے پیش آنے والے ہوں گے۔"

اب یہی دیکھنا ہے کہ اس اخوّت کو قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا تعلیم بیان فرمائی ہے اور وہ کونسا ذریعہ ہے جس سے یہ اخوّت اور اس کے نتیجہ میں کامل اتحاد قائم رکھا جاسکتا ہے۔ یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ حقیقی اخوت کے بغیر اتحاد قائم نہیں رکھا جاسکتا۔ افتراق اور انتشار تبھی پیدا ہوتا ہے جب محبّت کے تعلق میں کمی پیدا ہوجائے۔ قرآن کریم

میں اللہ تعالیٰ نے اِس امر کی طرف اِن الفاظ میں توجہ دلائی ہے:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ

(سورۃ الانفال ۴۷)

تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں اختلاف نہ رکھو۔ ورنہ تم ہمت ہار بیٹھو گے اور تمہاری ساکھ جاتی رہے گی۔

اس آیت سے واضح ہے کہ مسلمانوں کی قوت کا انحصار ایک دوسرے سے محبت کے تعلق پر ہے۔ اگر اخوت نہ رہے گی تو اتحاد نہ رہے گا اور جب اتحاد نہ رہے گا تو طاقت نہ رہے گی۔ اسلامی تاریخ اس سچائی پر شاہد ہے کہ جب بھی مسلمانوں پر زوال کا وقت آیا اسی وجہ سے آیا کہ ان کا آپس میں محبت و اخوت کا تعلق باقی نہ رہا تھا۔ وہ افتراق اور انتشار کا شکار ہو گئے اور اسلام کے دشمنوں نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کی طاقت اور قوت کو پارہ پارہ کر دیا (آج اسرائیل کی مثال ہمارے سامنے ہے جس کی آبادی تقریباً تیس لاکھ ہے اور چاروں طرف مسلمان ممالک ہیں جن کی آبادی اسرائیل سے کم از کم بیس گنا ہے لیکن چونکہ وہ ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے نہیں ہوتے اس چھوٹے سے ملک کے خلاف بھی کچھ کر نہیں پاتے)

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کے قیام بقاء اور استحکام کے لئے مساوات اور اخوت ہی وہ بنیانِ مرصوص ہے جس پر اٹھائی گئی عمارت مضبوط اور قائم رہنے والی ہے اور اس کے مکین دشمن کے حملوں اور ناپاک عزائم سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر کسی غلطی عدم تربیت یا کسی ایک طبقہ کی طرف سے کسی زیادتی یا کوتاہی یا غفلت یا غیر ذمہ داری کے نتیجہ میں کوئی اختلاف پیدا ہو اور اس کے نتیجہ میں انتشار کے آثار نظر آئیں تو اس کا علاج بھی اللہ تعالیٰ نے تجویز فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (نساء ۶۰)

اے مسلمانو! اگر کبھی تم میں کوئی اختلاف کی صورت پیدا ہو اور افتراق اور انتشار کے آثار نظر آنے لگیں تو اس معاملہ کو خدا اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہر فساد کے دور کرنے کا نسخہ تمہیں مل جائے گا۔ اور اس کے رسول کے اسوہ میں اس کے استعمال کا طریق بھی۔ اسی پر بس نہیں کی گئی بلکہ اگلے قدم کی طرف بھی یہ کہہ کر متوجہ کر دیا ہے۔

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۚ فَإِنْ بَغَتْ
إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ
فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
الْمُقْسِطِينَ ○ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (الحجرات ۱۰، ۱۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر مسلمانوں کے دو گروہوں کا اختلاف رائے بڑھتے بڑھتے لڑائی جھگڑے تک پہنچ جائے۔ تو اس صورت میں تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ تم دونوں گروہوں کے درمیان صلح کرا دو۔ اور اگر اس صلح کے بعد پھر کوئی گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو سب مل کر اس کے خلاف کارروائی کرو۔ حتیٰ کہ وہ گروہ خدا اور اس کے رسول کے فیصلہ کی طرف رجوع کرنا ملوہ ہوجائے۔ اس صورت میں ان کے درمیان صلح عدل و انصاف کی بنیادوں پر ہونی چاہیئے۔ نہ کسی جنبہ داری اور قومی یا علاقائی تعصب پر۔ یقیناً سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ کبھی بھائیوں میں اختلاف بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ اختلاف، عارضی ہوتا ہے۔ جب اختلاف کی وجہ عدل و انصاف کی بنیادوں پر دور کر دی جائے تو اختلاف باقی نہیں رہ سکتا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو اخوّت و محبت کا دریا موجزن تھا اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

(سورۃ التوبۃ ۱۲۸)

اس آیت میں ہمارے خیر و حلیم آقا نے مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کو ہی مخاطب فرمایا ہے۔ غیر مسلموں کو فرمایا کہ تمہارا کسی تکلیف میں پڑنا ہمارے رسول کے لئے بڑے دکھ کا باعث ہوتا ہے۔ تمہاری ساری ایذا دہی اور مخالفت کے باوجود ہمارے اس پیارے اور مقرب بندے کا دل جو انسانی ہمدردی اور اخوّت کے دودھ سے لبریز ہے۔ تمہاری تکلیف سے رنجیدہ اور تمہارے غم سے غمگین ہوتا ہے۔ اس کے دل سے انسانی ہمدردی اور اخوّت کا وہ صافی چشمہ بہہ رہا ہے کہ تمہاری ساری مخالفت اور ایذا دہی اس کو گدلا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔

تاریخ کے ورق الٹیے اس ظلم و تشدد کو ذہنوں میں حاضر کیجئے جو معاندین کی طرف سے روا رکھے جا رہے تھے۔ اور پھر اس واقعہ پر نظر ڈالئے کہ جب ظلم و تشدد اپنی انتہاء کو پہنچ گیا اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق عذاب کے فرشتے ان مخالفین کو عذاب دینے کے لئے نازل ہوتے ہیں تو آپؐ نہایت درد اور الحاح کے ساتھ اپنے آسمانی آقا سے یوں مخاطب ہوتے ہیں کہ ان کو عذاب دے کر ہلاک نہ کیجیو۔ ان کو ہدایت عطا کر کہ یہ سچائی کو قبول کر کے دین کی قوت کا باعث ہوں اور مومنین کے لئے رؤف و رحیم کے الفاظ زائد کر کے اس بے پایاں الفت و محبت اور شفقت کا اظہار مقصود ہے جو آپؐ کو اپنے متبعین کے ساتھ تھی۔ یہی وہ مقناطیسی قوت تھی جس نے وہ فدائی اور جاں نثار پیدا کئے جن کی مثال تاریخ مذاہب میں نہیں ملتی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کی کیفیت تو اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دی۔ اب آئیے دیکھیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے متبعین کو کس مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں۔

ابو موسےٰؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضاً ثُمَّ شَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ (بخاری)

ترجمہ:۔ مسلمان باہم مل کر اس طرح مضبوط ہوتے ہیں جیسے دیوار کہ اس کے ایک حصہ سے دوسرا حصہ مضبوط ہوتا ہے۔ پھر حضورؐ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا کہ کیسے ایک حصہ دوسرے حصے سے جڑ کر مضبوط اور قوی بن جاتا ہے۔

نیز فرمایا۔

اِنَّ کُلَّ مُسْلِمٍ اَخُوالْمُسْلِمِ وَ اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ اِخْوَۃٌ

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان اسلامی برادری میں منسلک ہیں۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَرَاحُمِھِمْ وَ تَوَادِّھِمْ وَ تَعَاطُفِھِمْ کَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَکٰی عُضْوًا تَدَاعٰی لَہٗ سَائِرُ جَسَدِہٖ بِالسَّھْرِ وَالْحُمّٰی (بخاری)

حضورؐ فرماتے ہیں مسلمانوں کو ایک دوسرے پر رحم کرتے محبت کرتے اور شفقت کرتے ہیں تم اس طرح پاؤ گے جیسے ایک جسم کہ اگر اس کے ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَ کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا وَلَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ (بخاری)

فرمایا اے مسلمانو! آپس میں بغض و حسد نہ رکھو اور ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے بُرا نہ کہو کہ یہ عیوب اخلاص و محبت کی جڑیں کھوکھلی کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حقیقی عبد بنو اور آپس میں بھائی بھائی۔ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ تین دن سے زائد اپنے بھائی سے قطع تعلق کرلے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا۔

اَوَ لَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ (مسلم)

فرمایا تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ مومن نہ بنو گے اور مومن نہیں بن سکتے۔ جب تک کہ آپس میں محبت کا تعلق نہ رکھو گے۔ آؤ میں تمہیں تمہاری بہتری کے رستہ کی طرف راہ نمائی کروں۔ جس پر چل کر تم آپس میں محبت کرنے لگو گے۔ السلام علیکم کو اپنے درمیان رواج دو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک مومن دوسرے کے لئے آئینہ کی مانند ہے۔ اگر کوئی مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی میں کوئی کمزوری یا خامی دیکھے تو اسے دور کرنے کی کوشش کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے آقا و مطاعؐ کے نقشِ قدم پر بار بار جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ اگر حقیقی اخوت اپنے اندر پیدا نہ کرو گے تو شیرازہ بکھر جائے گا۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجودِ واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو، اتحاد نہ ہو، تو بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو۔ اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے۔ میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔ میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔

اوّل۔ خدا کی توحید اختیار کرو۔

دوسرے۔ آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھی۔

یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے وہ مصیبت اور بلا میں ہے اس کا انجام اچھا نہیں۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

"ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئے گی جب تک وہ آپس میں سچی ہمدردی نہ کریں۔ اب تم میں ہر ایک

نئی برادری اور نئی اخوت قائم ہوتی ہے۔ پچھلے سلسلے منقطع ہوگئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ نئی قوم بنائی ہے جس میں امیر غریب بچے جوان بوڑھے۔ ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ پس غریبوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے معزز بھائیوں کی قدر کریں اور عزت کریں اور امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں۔ ان کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھیں کیونکہ وہ بھی بھائی ہیں گو باپ جدا جدا ہوں۔ مگر آخر تم سب کا روحانی باپ ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔"

"آپس میں اخوت اور محبت پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ۔ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔"

"ہمارے دوستوں کا تعلق ہمارے ساتھ اعضاء کی طرح سے ہے اور یہ بات ہمارے روزمرہ کے تجربہ میں آئی ہے کہ ایک چھوٹے سے چھوٹے عضو مثلاً انگلی میں ہی درد ہو تو سارا بدن بے چین اور بیقرار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ٹھیک اسی طرح ہر وقت اور ہر آن میں ہمیشہ اس خیال اور فکر میں رہتا ہوں کہ ہمارے دوست ہر قسم کے آرام اور آسائش سے رہیں۔ یہ ہمدردی اور غمخواری کسی تکلف اور بناوٹ کی وجہ سے نہیں بلکہ جس طرح والدہ اپنے بچوں میں سے ہر واحد کے آرام و آسائش کے فکر میں مستغرق رہتی ہے خواہ وہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ اسی طرح میں للّٰہی دلسوزی اور غمخواری اپنے دل میں اپنے دوستوں کے لئے پاتا ہوں اور یہ ہمدردی کچھ ایسی اضطراری حالت پر واقع ہوئی ہے کہ جب ہمارے دوستوں میں سے کسی کا خط کسی قسم کی تکلیف یا بیماری کے حالات پر مشتمل پہنچتا ہے تو طبیعت میں ایک بے کلی اور گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور ایک غم شامل حال ہو جاتا ہے اور جوں جوں احباب کی کثرت ہوتی جاتی ہے اسی قدر یہ غم بڑھتا جاتا ہے اور کوئی وقت ایسا خالی نہیں رہتا جبکہ کسی قسم کا فکر اور غم شامل حال نہ ہو۔ کیونکہ اس کثیر التعداد احباب میں سے کوئی نہ کوئی کسی غم اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کی اطلاع پر اِدھر دل میں قلق اور بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نہیں بتلا سکتا کہ کس قدر اوقات غموں میں گزرتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہستی ایسی نہیں جو ایسے ہموم اور افکار سے نجات دیوے۔ اس لئے میں ہمیشہ دعاؤں میں لگا رہتا ہوں اور سب سے مقدم دعا یہی ہوتی ہے کہ میرے دوستوں کو ہموم اور غموم سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ مجھے تو ان کے ہی افکار اور رنج غم میں ڈالتے ہیں اور پھر یہ دعا مجموعی حیثیت سے کی جاتی ہے کہ اگر کسی کو کوئی رنج اور تکلیف پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے

سے اُس کو نجات دے، ساری سرگرمی اور پورا جوش یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ سے دعا کروں۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اوّل)

"میں دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے کئے جاؤں گا اور یہی دعا ہے کہ خدا تعالےٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کرکے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اٹھا دے اور باہم سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔"

گزشتہ سال اسلامی مساوات اور اسلامی اخوت کے بارہ میں اسلامی تعلیم کا نہایت مختصر اور ہلکا سا خاکہ میں نے بیان کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ قرآن کریم کے احکامات۔ اقوال رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کا اسوۂ حسنہ اقوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اپنے آقا و مطاع کے اسوہ پر آپ کا عمل اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے آجائے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہی دو امور اسلامی معاشرہ کی بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن پر اسلام نے وہ عمارت اٹھائی ہے کہ جس کے مکین ہر قسم کی [illegible] سے محفوظ اور سچی خوش حالی، تسکین، طمانیت اور امن کی زندگی پا سکتے ہیں۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ کن اجزاء سے یہ عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ توفیق فرمائے تو انشاء اللہ تعالیٰ۔ اگلے سال اس بارہ میں کچھ عرض کروں گا۔

متکبر سے زیادہ کوئی بُت پرست نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

" اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے کہ مَیں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبر سے زیادہ کوئی بُت پرست اور خبیث نہیں۔ متکبر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صٹ)

بدظنی سے اجتناب

(محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا)

اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ انسان دوسروں کے متعلق حسن ظنی کی بجائے بدظنی سے کام لے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے:۔

یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

(سورہ حجرات آیت ۱۳)

یعنی اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچتے رہا کرو کیونکہ یقیناً بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔

اس جگہ یہ بتایا گیا ہے کہ بدظنی سے کام لینا خطرہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ اگرچہ بعض ان میں سے صحیح بھی نکل سکتی ہیں لیکن جو غلط ہوں گی ان کا گناہ انسان کے ذمہ ہو جائے گا۔ اور چونکہ یہ علم نہیں ہوتا کہ کونسی جھوٹ نکل آئے۔ اس لیئے کبھی بدگمانی نہیں کرنی چاہیئے تاکہ گناہ سے بچ سکے۔

اندرونی حالات اور نیت کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہمیں ہر شخص کے ظاہری افعال کو نیک ظنی سے دیکھنا چاہیئے۔ ایک شخص اگر نماز پڑھ رہا ہے تو ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اس میں ریاکاری کا دخل ہے۔ ہم ایسا خیال کرلیں اور درحقیقت اس کی نماز میں ریاکاری نہ ہو اور وہ خدا کی نگاہ میں مقبول ہو تو اس کا تو کچھ نہیں بگڑا لیکن ہمارے لئے سخت گناہ کی بات ہوگی کہ ہم نے اس کے نیک عمل اور اس کی نیک نیتی پر حملہ کیا۔

اسی طرح مثلاً کسی کے پاس روپے ہوں اور ہم انہیں چوری یا رشوت کے روپے سمجھ لیں حالانکہ وہ اس کی نیک کمائی کا مال ہو تو یہ بدظنی کس قدر گناہ کی بات ہوگی۔ ہم شک کی بنا پر ایسی بات کر بیٹھے جو جھوٹ اور خلاف واقعہ ہے اور ایک گناہ مول لے لیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

اِیَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِیْثِ (بخاری و مسلم)

یعنی بدگمانی سے بچو۔ کیونکہ بدگمانی سخت جھوٹ ہوتا ہے۔ جس بات کا انسان کو صحیح علم نہیں اور وہ اس کے متعلق بیان کرتا ہے تو وہ یقیناً جھوٹ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بدگمانی کی قباحتوں کو چند اشعار میں بڑی خوبصورتی سے بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

جو لوگ بدگمانی کو شیوہ بناتے ہیں
تقویٰ کی راہ سے وہ بہت دور جاتے ہیں

بے احتیاط ان کی زباں وار کرتی ہے
اک دم میں اس علیم کو بیزار کرتی ہے

اک بات کہہ کے اپنے عمل سارے کھوتے ہیں
پھر شوخیوں کا بیج وہ ہر وقت بوتے ہیں

تم دیکھ کر بھی بد کو بچو بدگمان سے
ڈرتے رہو عقاب خدائے جہان سے

شاید تمہاری آنکھ ہی کر جائے کچھ خطا
شاید وہ بد نہ ہو جو تمہیں ہے وہ بدنما

شاید تمہاری فہم کا ہی کچھ قصور ہو
شاید وہ آزمائش رب غفور ہو

پھر تم تو بدگمانی سے اپنے ہوئے ہلاک
خود سر پہ اپنے لیا خشم خدائے پاک

گر ایسے تم دلیریوں میں بے حیا ہوئے
پھر اتقا کے سوچو کہ معنی ہی کیا ہوئے

موسیٰ بھی بدگمانی سے شرمندہ ہو گیا
قرآں میں خضر نے جو کہا تھا پڑھو ذرا

بندوں میں اپنے بھید خدا کے ہیں صد ہزار
تم کو نہ علم ہے نہ حقیقت ہے آشکار

پس تم تو ایک بات کے کہنے سے مر گئے
یہ کیسی عقل تھی کہ براہ خطر گئے

بدبخت تر تمام جہاں سے وہی ہوا
جو اک بات کہہ کے ہی دوزخ میں جا گرا

پس تم بچاؤ اپنی زباں کو فساد سے
ڈرتے رہو عقوبت رب العباد سے

دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا
سیدھا خدا کے فضل سے جنت میں جائے گا

وہ اک زباں ہے عضو نہانی ہے دوسرا
یہ ہے حدیث سیدنا سید الوریٰ

(درثمین)

لوگوں پر بدظنی کرنے کی عادت ہو جائے تو اس کا ایک نہایت خطرناک نتیجہ نکلتا ہے۔ اگر اسے ہر شخص چور، بددیانت اور زانی اور فاسق ہی نظر آتا ہو تو آہستہ آہستہ ان گناہوں کا خوف اس کے دل سے جاتا رہتا ہے اور وہ خود ان میں مبتلا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جب وہ اپنے اردگرد سب کو اسی نظر سے دیکھتا رہے تو خود بھی ویسا ہی ہوتا جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل ایک شخص جو ہر ایک میں خوبیاں دیکھتا ہے۔ وہ ان خوبیوں کو اپنے اندر بھی پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے تاکہ کسی سے پیچھے نہ رہے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ اچھی بات میں دوسروں سے پیچھے رہنا نہیں چاہتا لیکن جس کو دوسروں کا ہر فعل قابل اعتراض نظر آئے اور اس کی خوبیاں اس کی نظر سے اوجھل ہو جائیں تو دوسروں میں وہ برائیاں حقیقتاً ہوں یا نہ ہوں اس میں ضرور پیدا ہو جائیں گی۔ اسی وجہ سے دوسروں کی طرف بددیانتی یا خرابی کو منسوب کرنا ایک مومن کا شیوہ نہیں ہوتا بلکہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اوپر کے اشعار میں فرمایا ہے۔ ایک متقی اگر کسی کو د

بات کو اپنی آنکھوں سے بھی دیکھتا ہے تو خدا تعالےٰ سے ڈرتا ہوا خیال کرتا ہے کہ شائد اس کے دیکھنے میں ہی کچھ غلطی ہو۔ اور جس کو اس نے بُرا سمجھا ہے وہ درحقیقت بُرا نہ ہو۔ ایسا حسنِ ظن انسانی قلب کو آلائشوں سے پاک رکھنے کا موجب بنتا ہے۔

دوسروں کے متعلق اچھائی یا بُرائی کا فیصلہ کرتے ہیں ہمیشہ غلطی کا امکان ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ملفوظات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"دوسرے کے باطن میں ہم تصرف نہیں کر سکتے اور اس طرح کا تصرف کرنا گناہ ہے۔ انسان ایک آدمی کو بدخیال کرتا ہے اور پھر اس سے بدتر ہو جاتا ہے۔ کتابوں میں مَیں نے ایک قصہ پڑھا ہے کہ ایک بزرگ اہل اللہ تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ عہد کیا کہ میں اپنے آپ کو کسی سے اچھا نہ سمجھوں گا۔ ایک دفعہ ایک دریا کے کنارے پہنچے (دیکھا) کہ ایک شخص ایک جوان عورت کے ساتھ کنارے پر بیٹھا روٹیاں کھا رہا ہے اور ایک بوتل پاس ہے اس میں سے گلاس بھر بھر کر پی رہا ہے۔ ان کو دور سے دیکھ کر اس نے کہا کہ مَیں نے عہد تو کیا ہے کہ اپنے کو کسی سے اچھا خیال نہ کروں گا مگر ان دونوں سے تو مَیں اچھا ہی ہوں۔ اتنے میں زور سے ہوا چلی اور دریا میں طوفان آیا۔ ایک کشتی آ رہی تھی وہ غرق ہو گئی۔ وہ مرد جو عورت کے ساتھ روٹی کھا رہا تھا وہ اٹھا اور غوطہ لگا کر چھ آدمیوں کو نکال لایا اور ان کی جان بچ گئی۔ پھر اس نے اس بزرگ کو مخاطب کر کے کہا کہ تم اپنے آپ کو مجھ سے اچھا خیال کرتے ہو۔ مَیں نے تو چھ کی جان بچائی ہے۔ اب ایک باقی ہے اسے تم نکالو۔ یہ سن کر وہ بہت حیران ہوا اور اس سے پوچھا کہ تم نے یہ میرا ضمیر کیسے پڑھ لیا اور یہ معاملہ کیا ہے۔ تب اس جوان نے بتلایا کہ اس بوتل میں اس دریا کا پانی ہے شراب نہیں ہے اور یہ عورت میری ماں ہے اور مَیں ایک ہی اس کی اولاد ہوں۔ قوےٰ اس کے بڑے مضبوط ہیں اس لئے جوان نظر آتی ہے۔ خدا نے مجھے مامور کیا تھا کہ مَیں اس طرح کروں تاکہ تجھے سبق حاصل ہو۔ ......

خضر کا قصہ بھی اسی بنا پر معلوم ہوتا ہے۔ سوءِ ظن جلدی سے کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ تصرف فی العباد ایک نازک امر ہے اس نے بہت سی قوموں کو تباہ کر دیا کہ انہوں نے انبیاء اور ان کے اہل بیت پر بدظنیاں کیں۔"

(البدر ۱۲؍دسمبر ۱۹۰۲ء بحوالہ ملفوظات جلد ۴ ص۲۶۵، ص۲۶۶)

بدظنی ایک ایسی بلا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان بسا اوقات مامور الٰہی کی شناخت سے بھی محروم رہ جاتا ہے۔ مامور الٰہی دنیا اور اس کی آلائشوں سے کلیتۂ پاک وصاف اور خدا تعالےٰ کی محبت میں فنا ہوتا ہے۔ لیکن بدظنی کرنے والا اس کو دنیا کی بڑائی کا خواہشمند اور فریبی اور مکار خیال کر لیتا ہے اور اس کی تحقیر پر آمادہ ہو جاتا ہے اور اس کی دشمنی مول لے لیتا ہے،

اور اس طرح خدا تعالیٰ کے غضب کے نیچے آجاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"فساد اس سے شروع ہوتا ہے کہ انسان ظنونِ فاسدہ اور شکوک سے کام لینا شروع کرے۔ اگر نیک ظن کرے تو پھر کچھ دینے کی توفیق بھی مل جاتی ہے۔ جب پہلی ہی منزل پر خطا کی تو پھر منزل مقصود پر پہنچنا مشکل ہے۔ بدظنی بہت بری چیز ہے۔ انسان کو بہت سی نیکیوں سے محروم کر دیتی ہے اور پھر بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ انسان خدا پر بدظنی شروع کر دیتا ہے۔

اگر بدظنی کا مرض نہ بڑھ گیا ہوتا تو بتلاؤ ان مولویوں کو جنہوں نے میری تکفیر اور ایذا دہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ کونسی وجوہ کفر کی اور میری تکذیب کی نظر آئی تھیں۔ میں نے بکار بکار اور خدا کی قسمیں کھا کھا کر کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ قرآن کریم کو خاتم الکتب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتا ہوں اور اسلام کو ایک زندہ مذہب اور حقیقی نجات کا ذریعہ قرار دیتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کی مقادیر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہوں۔ اسی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہوں۔ اتنی ہی نمازیں پڑھتا ہوں رمضان کے پورے روزے رکھتا ہوں۔ پھر وہ کونسی نرالی بات تھی جو انہوں نے میرے کفر کے لئے ضروری سمجھی۔ صریح ظلم ہے۔ وہ اپنے گندے اعمال اور زندگی کو نہیں دیکھتے"

(الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء بحوالہ ملفوظات جلد ۲ حصہ ۱، صفحہ ۱۰۸)

"اگر انسان ہر بات پر بدظنی کرنے لگے تو شاید ایک دم بھی دنیا میں نہ گزار سکے۔ وہ پانی نہ پی سکے کہ شاید اس میں زہر ملا دیا ہو۔ بازار کی چیزیں نہ کھا سکے کہ ان میں ہلاک کرنے والی کوئی شے ہو۔ پھر کس طرح وہ رہ سکتا ہے۔ یہ ایک موٹی مثال ہے۔ اسی طرح پر روحانی امور میں اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اب تم خود یہ سوچ لو اور اپنے دلوں میں فیصلہ کر لو کہ کیا تم نے میرے ہاتھ پر جو بیعت کی ہے اور مجھے مسیح موعود، حکم عدل مانا ہے تو اس ماننے کے بعد میرے کسی فیصلہ یا فعل پر اگر دل میں کوئی کدورت یا رنج آتا ہے تو اپنے ایمان کا فکر کرو وہ ایمان جو خدشات اور توہمات سے بھرا ہوا ہوتا ہے کوئی نیک نتیجہ پیدا کرنے والا نہیں ہوگا۔ . . .

یاد رکھو کہ ایک ظن ہوتا ہے اور ایک یقین۔ ظن صرف خیالی بات ہوتی ہے اور اس کی صحت اور سچائی پر کوئی حکم نہیں ہوتا بلکہ اس میں احتمالِ کذب کا ہوتا ہے۔ لیکن یقین میں ایک سچائی کی روشنی ہوتی ہے"

(الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء بحوالہ ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۲۷)

بڑھتے بڑھتے بدظنی خدا تعالیٰ کے متعلق بھی پیدا ہو جاتی ہے اور انسان اس کی صفات کے متعلق شبہ میں پڑ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ٥ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ

ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ (حٰمٓ سجدہ آیت ۲۳، ۲۴)

یعنی تم گمان کرتے تھے کہ اللہ کو تمہاری بہت سی باتوں کا علم نہیں اور یہی تمہاری خدا پر بدظنی تھی جس نے تمہیں ہلاک کر دیا اور تم نقصان اٹھانے والوں میں ہو گئے۔

ایک اور جگہ فرماتا ہے:۔

وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (فتح آیت ۷)

ترجمہ: اور تا کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ پر بدگمانی کرنے والے ہیں عذاب دے۔ مصیبتوں کا چکر انہی پر آئے گا اور ان پر اللہ کا غضب ہوگا اور اللہ ان پر لعنت کرے گا اور ان کے لئے جہنم تیار کرے گا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہوگا۔

اس آیت میں بدظنی کے نہایت بُرے نتائج بیان فرمائے گئے ہیں۔ پھر فرماتا ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا۔ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ۔ (ص آیت ۲۸)

ترجمہ۔ اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو یونہی فضول طور پر بے مقصد نہیں بنایا یہ ان لوگوں کا ظن ہے جو کافر ہیں اور ایسے کافروں پر آگ کی ہلاکت آنے والی ہے۔ گویا محض گمان کی وجہ سے وہ اتنے بڑے مقصد کو سمجھنے سے قاصر رہ جاتے ہیں اور اپنی زندگیوں کو ضائع کر لیتے ہیں۔

اسی طرح فرماتا ہے۔

وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا (فتح ۱۳)

یعنی تم نے اللہ پر بدگمانیاں کیں (اور اس کے وعدوں پر یقین نہ کیا جو اس نے اپنے رسول کے ساتھ کئے ہوئے ہیں) اس لئے تم ہلاک ہونے والی قوم ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ پر بدگمانی کرنے اور اس کے نتیجہ کے متعلق قرآن کریم میں اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ حدیث میں بھی آتا ہے انا عند ظن عبدی بی۔ یعنی میں اپنے بندوں کے ساتھ معاملہ ان کے ظن کے مطابق کرتا ہوں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر بدگمانی نہ کریں اور اس سے اچھی توقع رکھیں تو وہ ان کی توقعات کو پورا کرتا ہے۔ لیکن اگر وہ اس پر بدظنی کریں۔ تو ان کی بدظنی انہیں ہر خیر سے محروم رکھتی ہے اور انہیں حقیقی جوش رکھنے والی دعا کی توفیق ملتی ہے اور نہ اس کی قبولیت کا سوال پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ پر بدگمانی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مبارک ملفوظات میں فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ پر سچا یقین رکھو اور بدظنی نہ کرو۔ جب اس کی بدبختی سے خدا پر بدظنی ہوتی ہے۔ تو پھر نہ نماز درست ہوتی ہے نہ روزہ نہ صدقات۔ بدظنی ایمان کے درخت کو نشوونما ہونے نہیں دیتی بلکہ ایمان کا درخت یقین سے بڑھتا ہے۔"　　(۳۱ر جنوری ۱۹۳۰ء ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۹۷)

"شر بدظنی سے پیدا ہوتا ہے۔ قرآن شریف کو اوّل سے آخر تک پڑھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بدظنی مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ساتھ نہ چھوڑو۔ اسی سے مدد مانگو۔ اللہ تعالیٰ ہر میدان میں مومن کی مدد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں میدان میں تیرے ساتھ ہوں وہ اس کے لئے ایک فرقان پیدا کر دیتا ہے جو اس کے وعدوں پر بھروسہ نہیں کرتا وہ بدظنی کرتا ہے۔ جو شخص خدا تعالیٰ سے نیک ظن کرتا ہے وہ اسی کی طرف رجوع کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے بدظنی کرتا ہے وہ مجبور ہوتا ہے کہ اپنے لئے کوئی دوسرا معبود بنائے اور شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب نقصان اس بات کو سمجھتا ہے کہ خدا کریم و رحیم ہے اور اس بات پر ایمان صدق دل سے لاتا ہے کہ اس کے وعدے ٹلنے کے نہیں تو وہ اس پر جان فدا کرتا ہے اور درپردہ وہ خدا تعالیٰ سے عشق رکھتا ہے ایسا انسان خدا تعالیٰ کا چہرہ اسی دنیا میں دیکھ لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ طرح طرح سے اس کی مدد کرتا ہے اور اپنے انعامات اس پر نازل کرتا ہے اور اس کو تسلی بخشتا ہے اور محبت اور وفا کا چہرہ دکھاتا ہے۔ لیکن بے وفا، غدار ہمیشہ محروم رہتا ہے۔"　　(البدر ۲۴ر اگست ۱۹۰۴ء بحوالہ ملفوظات جلد ۷ صفحہ ۱۶۴)

"اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ جب گنہگار لوگ جہنم میں ڈالے جاویں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمہارا ایک ہی گناہ بہت بڑا ہے کہ تم نے خدا پر بدظنی کی۔ اگر بدظنی نہ کرتے تو کامل اور مومن بن سکتے حقیقت میں یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ جو انسان اللہ تعالیٰ پر بدظن ہو جاوے۔ باقی جس قدر گناہ ہیں وہ اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو حقیقی رازق یقین کرے تو پھر چوری بددیانتی اور فریب سے لوگوں کا مال کیوں مارے افسوس نادان انسان سمجھتا ہے۔ ایہہ جہان مٹھا اگلا کس نے ڈٹھا۔ یہ بھی خدا تعالیٰ پر بدظنی ہے۔ اگر اسے صادق یقین کرتے تو یہ نہ کہتے بلکہ یہ کہتے کہ

دنیا روزے چند آخر با خداوند

دنیا کو چند روز یقین کر کے اس کی عمارتوں اور آسائشوں اور ہر قسم کی دولتوں سے دل نہ لگاتے بلکہ ہر وقت موت کے فکر میں لرزاں و ترساں رہ کر عاقبت کا خیال کرتے اور اس کا بندوبست کرتے کہ آخر مر کر اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے۔ مگر اب تو یہ حالت ہے کہ عام طور پر ایک غفلت چھائی ہوئی ہے اور لوگ اس طرح پر مصروف اور دلدادہ دنیا ہیں گویا انہوں نے کبھی یہاں سے جانا ہی نہیں اور موت کوئی چیز ہی نہیں۔ یا کم از کم اس کا اثر ان پر کچھ بھی ہونے والا نہیں۔ یہ بدخیالی، یہ غفلت اور خود رفتگی کیوں پیدا ہوتی ہے۔ اس کی جڑ بھی وہی خدا تعالیٰ

پر بدظنی ہے۔ اس کو صادق یقین نہیں کیا۔ انسان کی عادت ہے کہ جس کام پر اس کی آنکھ کھل جاوے اور کسی امر کو وہ اپنے لئے مفید سمجھ لے وہی کرتا ہے۔ ایک تاجر کو معلوم ہو جاوے کہ فلاں ملک میں اگر اس کا مال جاوے تو اسے اس قدر فائدہ ہوگا تو ضرور وہاں اپنا مال لے جائے گا۔ ایسا ہی ایک زمیندار اور دوسرے اہل حرفہ کرتے ہیں۔ اسی طرح پر اگر انسان کی آنکھ کھل جاوے اور عاقبت کا فکر اسے دامنگیر ہو اور وہ ایک یقین اپنے اندر پیدا کرلے کہ خدا تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہونا ہے تو اس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ظاہر فرمایا ہے کہ اگر مجھ پر نیک ظن ہوتا تو مشکل کیا تھا۔ کیا پانچ وقت نماز پڑھنا مشکل تھا۔ ہرگز نہیں خدا تعالیٰ کا خوف جب غالب ہو تو آدمی کیسا ہی مصروف ہو اسے چھوڑ کر بھی ادا کر سکتا ہے۔ اس وقت ہم سب یہاں بیٹھے ہیں یہ اور ایک کام میں مصروف ہیں۔ لیکن اگر خدانخواستہ اس وقت زلزلہ آجاوے تو ہم میں سے کوئی یہاں رہ سکتا ہے۔ سب کے سب لوگ بھاگ جاویں۔ یہاں تک کہ مریض اور ضعیف بھی دوڑ پڑیں۔ اصل بات یہ ہے کہ خوف کے ساتھ ایک قوت آتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ پر بدظنی نہ ہوتی تو طاقت آجاتی اور اس کے احکام کی تکمیل کے لئے ایک جوش اور اضطراب پیدا ہو جاتا۔

غرض بدظنی تمام برائیوں کی جڑ ہے جو نیک ظنی سے خدا تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لاویں تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر ایمان ہو تو پھر کیا ہے۔"

(الحکم ۱۰ر جولائی ۱۹۰۶ء بحوالہ ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۳۷۹ تا ۳۸۱)

"حدیث میں ہے کہ دوزخ میں دو تہائی آدمی بدظنی کی وجہ سے داخل ہوں گے۔ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ قیامت کے دن میں لوگوں سے پوچھوں گا کہ اگر تم مجھ پر بدظنی نہ کرتے تو یہ کیوں ہوتا۔ حقیقت میں اگر لوگ خدا تعالیٰ پر بدظنی نہ کرتے تو اس کے احکام پر کیوں نہ چلتے۔ انہوں نے خدا تعالیٰ پر بدظنی کی اور کفر اختیار کیا اور بعض تو خدا تعالیٰ کے وجود تک کے منکر ہو گئے۔ تمام فسادوں اور لڑائیوں کی وجہ یہی بدظنی ہے۔"

(بدر ۷ر جون ۱۹۰۶ء بحوالہ ملفوظات جلد ۸ ص۴۲۶)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بدعادت سے بچالے اور اپنے فضل سے ہمارے دلوں کو ایسا صاف کرے کہ ہم اپنے بھائیوں کے کاموں کو حسن ظنی سے دیکھا کریں اور یونہی بغیر یقینی علم کے ان کی طرف بدنیتی یا بدی منسوب نہ کیا کریں۔ مامور الٰہی کے متعلق تو ہم بے حد محتاط ہوں۔ اس کی کسی بات کو شک کی نگاہ سے نہ دیکھیں اور اس پر صدق دل سے ایمان رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بے انتہا حسن رکھا ہوتا ہے وہ حسن ہمیشہ نظر آتا رہے اور ہم اپنی فلاح اس کی پیروی میں یقین کریں اور پھر سب سے بڑھ کر ہم اپنے خدا پر کامل حسن ظن رکھنے والے ہوں۔ وہ اپنے فضل و کرم سے کسی وقت بھی اپنے عاجز بندوں کو جو اس کی طرف پورے صدق اور پوری وفاداری کے ساتھ جھکتے ہیں اپنی مدد اور نصرت سے محروم نہیں رکھتا۔ یہ ہماری اپنی بدظنی اور بے یقینی ہی ہوتی ہے جو ہمیں محروم رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ اللّٰھمّ آمین

وہ مسکراتا ہوا سویرا

(مکرم میاں اللہ بخش صاحب تسنیم)

(۱)

جلو میں توحید کی تجلی زباں پہ عرفان کا ترانہ　　گھرا ہوا ظلمتوں میں مدت سے منتظر جس کا تھا زمانہ
ہوا نمودار قادیان سے
وہ زیرِ لب گیت حمد باری کے گنگناتا ہوا سویرا
وہ مسکراتا ہوا سویرا

(۲)

غموں سے معمور وحشتوں کے لئے اُجالوں کی عید لایا　　بہار کی تازگی کی دولت شگفتگی کی نوید لایا
وہ مے کے دامن میں نور نکلا
وہ پھیل جانے کو بزمِ ہستی میں کسمساتا ہوا سویرا
وہ مسکراتا ہوا سویرا

(۳)

سمٹ کے گوشوں سے لگ گئے ہیں جہاں میں تھے جتنے اندھیرے　　سیاہیوں نے شکست کھا کر جما دیئے خوف سے پھریرے
ہمہ درخشندگی کا پیکر
جہاں میں اک سیل نور لایا ہے جگمگاتا ہوا سویرا
وہ مسکراتا ہوا سویرا

(۴)

وہ لیکے دامن میں دولتِ بیشمار رنگ و سرور لایا　　وہ معرفت کی بہار لایا مسرتوں کا وفور لایا
طرب کی کونپل دلوں میں پھوٹی
سکون و صبر و قرار لایا وہ لہلہاتا ہوا سویرا
وہ مسکراتا ہوا سویرا

(۵)

وہ آرزو کی فسردہ بستی کو دے گیا ایک نور تازہ وہ چہرۂ کائنات کو کرے گا عطا دلنواز غازہ
جواں ہوئی بزمِ زندگانی
عقبیٰ کا پرچم ہوا میں لہرا کے سہ سراتا ہوا سویرا
وہ مسکراتا ہوا سویرا

(۶)

حسین اور دلنواز قامت لباس قوسِ قزح کا پہنے سجے ہوئے اختر و مہ و مہر کے درخشاں بدن پہ گہنے
سراپا دلکش ہمہ دل آرا
وہ قمقموں سے سلوک کی راہ کو سجاتا ہوا سویرا
وہ مسکراتا ہوا سویرا

(۷)

سکھا گیا وہ جہاں کو تسلیم آ کے انداز زندگی کا انہیں جو قبروں میں سو رہے تھے بتا گیا راز زندگی کا
رہِ ہدایت دکھا گیا وہ
دلوں کی تاریک و تیرہ بستی کو جگمگاتا ہوا سویرا
وہ مسکراتا ہوا سویرا

نہایت ضروری امر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" یہ ضروری اور بہت ضروری ہے کہ ہر شخص اللہ تعالیٰ سے پورے تذلل اور انکسار کے ساتھ ہر وقت دعا مانگتا رہے کہ وہ اسے سچی معرفت اور حقیقی بصیرت اور بینائی عطا کرے اور شیطان کے وساوس سے محفوظ رکھے "

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۶۳)

قرآن مجید کے لازوال و بے مثال انوار و برکات

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

(مرتبہ: مکرم ملک محمد عبد اللہ صاحب فاضل نائب قائد اصلاح و ارشاد)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی ایک غرض یہ تھی کہ آپ قرآن مجید کی عظمت و جلالت شان نیز اس کے لازوال و بے مثال انوار و برکات اور انقلاب انگیز تاثیرات کو دنیا پر آشکار کر کے کل اقوام عالم کو اس پر عمل پیرا کر دکھائیں۔ ذیل میں آپ کی بعض پُر معارف تحریرات کے اقتباسات جن میں آپ نے قرآن مجید کی عظمت اس کے انوار و برکات اور انقلاب انگیز تاثیرات پر وجد آفرین انداز میں روشنی ڈالی ہے ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں۔

(۱) "قرآن شریف وہ کتاب ہے جس نے اپنی عظمتوں اپنی حکمتوں اپنی صداقتوں اپنی بلاغتوں اپنے لطائف و نکات اپنے انوارِ روحانی کا آپ دعوےٰ کیا ہے اور اپنا بے نظیر ہونا آپ ظاہر فرمادیا ہے۔ اس کے معارف تو بحرِ ذخار کی طرح جوش مار رہے ہیں اور آسمان کے ستاروں کی طرح جہاں نظر ڈالو چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۵۴۶ حاشیہ)

(۲) "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی اور کمال باطنی چونکہ اعلےٰ سے اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کو نہ کبھی حاصل ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ اس لئے قرآن شریف بھی پہلی کتابوں اور صحائف سے اس اعلےٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا۔ جس قدر مراتب اور وجوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں۔ ان سب کے اعتبار سے آپ کی کتاب انتہائی نقطہ پر پہنچی ہوئی ہے۔ یعنی کیا باعتبار فصاحت و بلاغت کیا باعتبار ترتیب مضامین کیا باعتبار تعلیم کیا باعتبار کمالاتِ تعلیم کیا باعتبار ثمراتِ تعلیم۔ غرض جس پہلو سے دیکھو اسی پہلو سے قرآن شریف کا کمال نظر آتا ہے اور اس کا اعجاز ثابت ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۶)

(۳) "ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اس

دنیاوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل باری تعالیٰ اس عالم گذران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہِ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے۔ اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم میں تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج ہے اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ راہِ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں کوئی مرتبہ شرف وکمال کا اور کوئی مقام عزت و قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے .... غرض ہمارا ان تمام باتوں پر ایمان ہے جو قرآن شریف میں درج ہیں اور جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف سے لائے اور تمام محدثات اور بدعات کو ہم ایک قاش ضلالت اور جہنم تک پہنچانے والی راہ یقین رکھتے ہیں مگر افسوس کہ ہماری قوم میں ایسے لوگ بہت ہیں جو بعض حقائق اور معارف قرآنیہ اور دقائق آثار نبویہ جو اپنے وقت پر بذریعہ کشف و الہام ربانی کے کھلتے ہیں محدثات اور بدعات میں ہی داخل کر لیتے ہیں حالانکہ معارف مخفیہ قرآن و حدیث ہمیشہ اہل کشف پر کھلتے رہے ہیں اور علماء وقت ان کو قبول کرتے رہے ہیں۔" (ازالہ اوہام ص ۱۷۰)

(۴) "جاننا چاہیئے کہ کھلا کھلا اعجاز قرآن شریف کا جو ہر ایک قوم اور ہر ایک اہل زبان پر روشن ہو سکتا ہے ..... وہ غیر محدود معارف و حقائق اور علوم حکمیہ قرآنیہ ہیں جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی ضرورت کے موافق کھلتے جاتے ہیں اور ہر ایک زمانہ کے خیالات کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں کھلا کھلا اعجاز اس کا تو یہی ہے کہ وہ غیر محدود معارف و دقائق اپنے اندر رکھتا ہے اور جو شخص قرآن شریف کے اس اعجاز کو نہیں مانتا وہ علم قرآن سے سخت بے نصیب ہے۔" (ازالہ اوہام ص ۱۵۵)

(۵) "پھر تیسرا معجزہ قرآن شریف کا جو ہماری نظروں کے سامنے موجود ہے اس کے حقائق و معارف و لطائف و نکات ہیں جو اس کی بلیغ و فصیح عبارت میں بھرے ہوئے ہیں۔ اس معجزہ کو قرآن شریف میں بڑی شد و مد سے بیان کیا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ تمام جن و انس اکٹھے ہو کر اس کی نظیر بنانا چاہیں تو ان کے لئے ممکن نہیں۔ یہ معجزہ اس دلیل سے ثابت اور متحقق الوجود ہے کہ اس زمانہ تک تیرہ سو برس سے زیادہ عرصہ گزر رہا ہے۔ باوجودیکہ قرآن شریف کی منادی ہر ایک فرقہ میں ہو رہی ہے اور بڑے زور سے ھل من معارض کا نقارہ بجایا جاتا ہے مگر کبھی کسی طرف سے آواز نہیں آئی پس اس سے اس بات کا صریح ثبوت ملتا ہے کہ تمام انسانی قوتیں قرآن شریف کے مقابلہ و معارضہ سے عاجز ہیں۔"

"لاکھوں مقدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کی اتباع سے برکاتِ الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولیٰ کریم سے ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے انوار اور الہام ان کے دلوں پر اترتے ہیں اور معارف اور نکات ان کے منہ سے نکلتے ہیں۔ ایک قوی توکل ان کو عطا ہوتا ہے اور ایک محکم یقین ان کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الٰہی ان کے دلوں میں رکھی جاتی ہے۔ اگر ان کے وجود کو ہاونِ مصائب میں پیسا جاوے اور سخت شکنجوں میں دے کر نچوڑا جائے تو ان کا عرق بجز حُبِّ الٰہی اور کچھ نہیں۔

دنیا ان سے ناواقف اور وہ دنیا سے دُور تر اور بلند تر ہیں۔ خدا کے معاملات ان سے خارق عادت ہیں۔ ان پر ثابت ہُوا ہے کہ خدا ہے۔ ان پر کھلا ہے کہ وہ ایک ہے۔ وہ جب دعا کرتے ہیں تو وہ ان کی سنتا ہے۔ جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انہیں جواب دیتا ہے۔ جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو ان کی طرف دوڑتا ہے وہ باپوں سے زیادہ ان سے پیار کرتا ہے اور ان کی درو دیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۴ حاشیہ)

(۶) "ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس لئے اُمّی بھیجا گیا اور باوجودیکہ آپ نے نہ کسی مکتب میں تعلیم پائی اور نہ کسی کو استاد بنایا پھر آپ نے وہ معارف اور حقائق بیان کئے جنہوں نے دنیوی علوم کے ماہروں کو دنگ اور حیران کر دیا۔ قرآن شریف جیسی پاک اور کامل کتاب آپ کے لبوں پر جاری ہوئی جس کی فصاحت و بلاغت نے سارے عرب کو خاموش کرا دیا۔ وہ کیا بات تھی جس کے سبب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم علوم میں سب سے بڑھ گئے۔ وہ تقویٰ ہی تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مطہّر زندگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ قرآن شریف جیسی کتاب وہ لائے جس کے علوم اور معارف نے دنیا کو حیران کر دیا۔" (ملفوظات حصہ اول صفحہ ۲۵۔۲۴)

(۷) "قرآن شریف معارف و حقائق کا ایک دریا ہے اور پیشگوئیوں کا ایک سمندر ہے اور ممکن نہیں کہ کوئی انسان بجز ذریعہ قرآن شریف کے پورے طور پر خدا تعالےٰ پر یقین لا سکے۔ کیونکہ یہ خاصیت خاص طور پر قرآن شریف میں ہی ہے کہ اس کی کامل پیروی سے وہ پردے جو خدا میں اور انسان میں حائل ہیں سب دُور ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک مذہب والا محض قصہ کے طور پر خدا کا نام لیتا ہے مگر قرآن شریف اس محبوب حقیقی کا چہرہ دکھلا دیتا ہے اور یقین کا نور انسان کے دل میں داخل کر دیتا ہے۔"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۲۶۰)

(۸) "اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر

اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ ..... نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور قرآن کریم کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔" (کشتی نوح صـ۲۹)

اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم اس بات کو خوب یاد رکھو کہ جیسا کہ قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے اور ایسا ہی دوسرے نبیوں نے بھی کہا ہے یہ سچ ہے کہ دولت مند کا بہشت میں داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں داخل ہونا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کا مال اس کے لئے بہت سی روکوں کا موجب ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا مال تمہارے واسطے ہلاکت اور ٹھوکر کا باعث نہ ہو تو اسے خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اسے دین کی اشاعت اور خدمت کے لئے وقف کرو۔"

(ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۹۵)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے

جماعت کی ذیلی تنظیموں میں بعض اہم تبدیلیوں کا اعلان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۹ نبوت ۱۳۵۲ ہش مطابق ۹ نومبر ۱۹۷۳ء کو انصاراللہ کے اٹھارہویں مرکزی سالانہ اجتماع کا افتتاح فرمانے کے بعد جو بصیرت افروز تقریر ارشاد فرمائی تھی اس میں حضور نے جماعت کی ذیلی تنظیموں میں بعض اہم تبدیلیوں کا بھی اعلان فرمایا تھا۔ اس تعلق میں حضور کے ارشادات کا خلاصہ ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے۔

۱۔ آئندہ انصاراللہ کے اراکین دو صفوں پر مشتمل ہوا کریں گے یعنی (الف) صف اول جس میں ۵۵ سال سے زائد عمر کے انصار شامل ہوں گے۔ (ب) صف دوم جو ۴۰ سال سے ۵۵ سال تک کی عمر کے انصار پر مشتمل ہوگی۔

۲۔ صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے ساتھ میں ایک عہدہ نائب صدر کا مقرر کرتا ہوں جس کی عمر ۴۰ اور ۴۵ برس کے درمیان ہونا ضروری ہوگی۔ حضور نے فرمایا نائب صدر کا انتخاب اسی اجتماع کے موقعہ پر کر لیا جائے۔

۳۔ اطفال الاحمدیہ کا نظام بھی آئندہ دو صفوں پر مشتمل ہوگا۔ صف اول میں ۱۳ سے ۱۵ سال تک کی عمر کے بچے شامل ہوں گے اور صف دوم میں ۷ سے ۱۲ سال کی عمر کے بچے۔ حضور نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ آئندہ سات برس کے اندر ۲۰ ہزار سائیکل سوار انصاراللہ میں سے ۱۰ ہزار اطفال الاحمدیہ میں سے اور ۷۰ ہزار خدام الاحمدیہ میں سے تیار ہونے چاہئیں۔ تاکہ یہ وسیع پیمانے پر رفاہی کاموں میں حصّہ لے سکیں۔ دیہات سے رابطہ قائم کریں اور لوگوں کی مشکلات کو دُور کرنے کی کوشش کر سکیں۔ حضور نے فرمایا یہ مہم صحتوں کو برقرار رکھنے کے لئے بھی مفید ثابت ہوگی اور دیگر بہت سے فوائد بھی انشاء اللہ اس سے حاصل ہوں گے۔

حضور نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ سائیکلوں کے وفود کے ذریعہ دیہات سے رابطہ قائم کرنے کی تحریک کے سلسلہ میں میں نے ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا جو اعلان کر رکھا ہے۔ اس کے تعلق میں ہر سال ۱۵ ستمبر تک کی موصولہ رپورٹوں کا جائزہ لے کر فیصلہ کیا جایا کرے گا۔

حضور نے انصاراللہ کو یہ تحریک بھی فرمائی کہ تعلیم القرآن کی طرف خصوصیت سے توجہ دیں اور جو لوگ قرآن کریم ناظرہ یا باترجمہ پڑھنا چاہیں انہیں ضرور پڑھائیں۔ یہ بہت ضروری اور اہم تحریک ہے۔

عہدیداران انصار اللہ کے سہ سالہ انتخابات

سنہ ۱۳۵۳ ہش تا سنہ ۱۳۵۵ ہش
۱۹۷۴ء تا ۱۹۷۶ء

انصار اللہ کے موجودہ عہدہ داران کی میعاد ۳۱ فتح/دسمبر ۱۳۵۲ ہش/۱۹۷۳ء کو ختم ہو رہی ہے۔ یکم صلح/جنوری سے انصار اللہ نئے عہدہ داران کام کریں گے۔ زعماء اور زعماء انصار اللہ کے انتخابات مقامی جماعتوں کے امراء اور صدر صاحبان کی صدارت میں ہوں گے۔ امراء/صدر صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ جلسہ سالانہ سے پہلے اپنے ہاں انتخاب کرا کر اس کی مفصل رپورٹ بغرض منظوری صدر محترم مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی خدمت میں بھجوا دیں۔ یہ انتخابات تین سال کے لئے ہوں گے۔ یہ امر خاص طور پر ملحوظ رہے کہ انتخابات میں کام کرنے والے اور سلسلہ کی خدمت کا شوق رکھنے والے دوستوں کو ہی آنا چاہیئے۔ انتخاب کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل قواعد کو مد نظر رکھا جائے۔

(۱) انتخاب بذریعہ ووٹ ہوگا اور اعلانیہ ہوگا۔

(۲) انتخاب امیر مقامی یا پریذیڈنٹ یا ان کے نمائندے کی نگرانی میں ہوگا جس میں مقام کے جملہ اراکین مجلس شامل ہوں گے کورم $\frac{1}{2}$ ہوگا۔ ایک بار اجلاس بلانے پر کورم پورا نہ ہوا تو دوسری بار کورم $\frac{1}{3}$ ہوگا۔ انتخاب کے لئے اشارۃً یا وضاحتاً پروپیگنڈا کی اجازت نہ ہوگی۔ منتخب شدہ نام منظوری کے لئے صدر مجلس کے پاس بھجوایا جائے گا۔ نامنظور رکن تین سال کے لئے دوبارہ منتخب نہ ہو سکے گا۔

(۳) انتخاب صرف زعیم/زعیم اعلیٰ کا ہوگا۔ مجلس عاملہ کے ارکان خود زعیم/زعیم اعلیٰ نامزد کر کے صدر مجلس سے منظوری حاصل کریں گے۔

(۴) کوئی عہدہ دار ایک ہی عہدہ کے لئے متواتر تین بار سے زیادہ منتخب یا نامزد نہ ہو سکے گا سوائے اس کے کہ صدر مجلس کسی کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ قرار دیں۔

(۵) ہر منتخب اور نامزد عہدہ دار کے لئے مندرجہ ذیل امور لازم ہوں گے۔

ا۔ وہ نماز باجماعت کا پابند ہو۔

ب۔ وہ سلسلہ اور مجلس کے چندوں کی ادائیگی میں باقاعدہ ہو۔ یعنی کوئی ایسا رکن انصار اللہ جو صدر انجمن احمدیہ یا تحریک جدید

یا وقف جدید یا انصار اللہ کے لازمی چندوں کا بقایا دار ہو یا طوعی چندوں کی صورت میں وعدہ کرنے کے بعد بقایا دار ہو مجلس کے انتخاب میں نہ رائے دے سکتا ہے اور نہ ہی عہدہ دار ہوسکتا ہے اور بقایا دار کی تشریح وہی سمجھی جائیگی جو ان ادارہ جات کی منظور شدہ ہوگی۔ انصار اللہ کے چندوں کے لحاظ سے بقایادار وہ ہوگا جس کے ذمہ ایک سال سے زائد عرصہ کا مجلس کے چندوں کا بقایا ہو۔

ج۔ وہ راستباز ہو اور دیانتدار اور سلسلہ اور مجلس کے نظام کا پابند ہو۔

امید ہے آپ مرکز کے ساتھ تعاون فرماتے ہوئے فوری طور پر انتخاب کروا کر اس کی رپورٹ مرکز میں ارسال فرمائینگے۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

نوٹ:۔ (۱) ۳۱ فتح/دسمبر تک موجودہ عہدہ دار ہی کام کرتے رہیں گے۔ نئے انتخاب کی وجہ سے وہ کام بند نہیں کردیں گے۔

(۲) خط وکتابت کے لیئے زعیم/زعیم اعلیٰ کا مکمل پتہ خوشخط لکھ کر ضرور بھجوایا جائے ÷

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

انصار اللہ کی صف دوم کیلئے نائب صدر کا تقرر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے سالانہ اجتماع انصار اللہ مرکزیہ ۱۳۵۲ ہش/ ۱۹۷۳ء کے موقعہ پر انصار اللہ کی صف دوم کے لئے نائب صدر مقرر کرنے کا ارشاد فرمایا تھا۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب کو ایک سال کے لیئے نائب صدر انصار اللہ مقرر فرمایا ہے۔ مجالس مطلع رہیں ÷

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

سخت بد نصیب ہے وہ شخص جو صادقوں کی صحبت سے دور رہے

صادقوں اور راستبازوں کے پاس بیٹھنے والا بھی انہیں میں شریک ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

''اصلاح نفس کی ایک راہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ کونوا مع الصادقین یعنی جو لوگ قولی فعلی عملی اور حالی رنگ میں سچائی پر قائم ہیں ان کے ساتھ رہو۔ اس سے پہلے فرمایا یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ یعنی ایمان والو تقوی اختیار کرو۔ اس سے یہ مراد ہے کہ پہلے ایمان ہو پھر سنت کے طور پر بدی کی جگہ چھوڑ دے اور صادقوں کی صحبت میں رہے۔ صحبت کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے جو اندر ہی اندر ہوتا چلا جاتا ہے۔۔۔۔اس سے کبھی بےخبر نہیں رہنا چاہیئے کہ صحبت میں بہت بڑی تاثیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح نفس کے لئے کونوا مع الصادقین کا حکم دیا ہے۔ جو شخص نیک صحبت میں جاتا ہے خواہ وہ مخالفت ہی کے رنگ میں ہو لیکن وہ صحبت اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے گی اور وہ ایک نہ ایک دن اس مخالفت سے باز آ جائیگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے۔ وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں لوگ تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص ان میں سے نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں وہ بھی ان میں ہی سے ہے کیونکہ انھم قوم لا یشقی جلیسھم۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صحبت سے کس قدر فائدے ہیں۔ سخت بدنصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دور رہے''
(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۴۷ تا ۲۴۹)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں طبع ہؤا